

Makan Say Ghar Tak

[’صبا او میری صبو علی نے گیت پار کرتے ہی اسے سمیٹ لیا ”کیا ہو رہا تھا وہ پیار سے ٹھوڑی چھو کے کر پوچھنے لگا۔ ان کچھ نہیں کیا ٹھیک ٹھاک شرما گئی تھی اکیلا گھر سانس نہ نند زندگی گل و گلزار تھی۔ اس کی آنکھیں علی کو دنیا کی حسین ترین آنکھیں لگا کرتی ”ہمارا تو بھنی دل ہی نہیں لگا باف لیولے کے نکل لیے وہ بیڈ پر پھیل کر گرا یہ کیا ہے کچھ گیلا سا ” ایک دم وہ اٹھ بیٹھا۔ نیچے صبح والا گیلا تولیہ تھا۔ بال خشک کیے اور یہیں پھینک کر چلا گیا تھا۔ یہ اٹھایا نہیں تھا۔ ہلکا سا پوچھ کر تولیے کو باہر دھوپ میں ڈالنے چلا گیا۔ واپسی پر نظر ڈرینگ ٹیبل پہ پڑی۔ کنگھا، پرفیومز نیل گٹر ویسے کے ویسے ہی پڑے تھے اور صبح جس رو مال کو وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکا تھا۔ وہ بھی وہیں پڑا تھا صوفے کے نیچے۔ صبا اس کا موبائل اٹھا کر پکچرز دیکھنے میں مصروف تھی۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اس کا ہاتھ پڑا تھا وہاں بھی دھول جمی ہوئی تھی اور سلپیر واش روم کے سامنے پڑے الٹے سیدھے تھے۔ یہ والی پک ایک دم نانس ہے۔ ”کون سی والی؟ ہاں! یہ احمر نے بنائی ہے کہتا ہے شادی کے بعد روپ چڑھ گیا ہے مجھ پر بھلا روپ لڑکیوں یہ آتا ہے کہ لڑکوں پر یہ حال ہے میرے کولیگرز کا۔ وہ تھوڑا بہت جو جو نظر آتا گیا۔ سمیٹ چکا تھا کمرے کو ٹھیک ٹھاک ڈسٹنگ کی ضرورت تھی۔ شادی کو تیسرا مہینہ تھا وہ بہت خوش باش انسان تھا اور بلا کا نفیس اور صاف ستھرا بندہ بھی پر محبت نے اسے کچھ بھی یاد نہ رہنے دیا تھا سوائے صبا کے۔ ایک کپ چائے بنا دو یا را بہت تھک گیا ہوں۔ ” اچھا ایک منٹ ابھی لائی۔ ”صبا نے اپنی بھی بہت ساری تصویر میں بنا ڈالی تھیں۔ وہ مسکراتے ہوئے دیکھ بھی رہا تھا اور ڈیلیٹ بھی کرتا جا رہا تھا کوئی اور صبا کو دیکھے بھی نہیں صرف وہی دیکھ سکتا تھا۔ یار دوستوں کو یہ جو عادت ہے ناں ایک دوسرے کے موبائلز میں تنکا جھانکی کی۔ اب بندہ اتنی پیاری پیکچرز اپنے پاس سیو بھی نہیں رکھ سکتا۔ بہت دیر ہو چکی تھی وہ کمرے سے نکل کر کچن میں چلا آیا۔ دوپہر کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ سورج کی روشنی سارے کچن میں پھیل چکی تھی۔ یہ کچن پاپا نے خاص طور پر سورج کی روشنی کے حساب سے بنوایا تھا کہ اس طرح جراثیم افزائش نہیں پائے۔ وہ خود بھی سورج کی سائیڈ والی کھڑکیاں کھول دیا کرتا تھا۔ کھڑکی کے نیچے بہت ساری موسمی سبزیوں کی کیا ریاں تھیں۔ برا دھنیا، بری مرچیں ڈال کر جو املیٹ بنتا تھا۔ اسے بہت پسند تھا۔ ماما، پاپا کے جانے کے بعد رحمت ہوا نے یہ کام سنبھال لیا تھا۔ کیاریوں میں سبزیاں آگنا، گوڈی کرنا، چھوٹے سے لائن کی کانٹ چھانٹ اور صفائی ستھرائی کھانا رحمت ہوا اس عمر میں بھی بے حد پھر تیلی تھیں۔ پھر اسے محبت ہوئی اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کر لیا۔ تھا کیونکہ وہ صبا کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ مگر اس کے دوست کی شادی میں ہی اسے صبا ملی اور اس کی آنکھوں کے سمندر میں ڈوب کر وہ ابھر نہیں سکا۔ نہ ابھرنا چاہتا تھا۔ رحمت ہوا اپنے بھانجے کے پاس چلی گئی تھیں کیونکہ اب علی کی شادی ہو گئی تھی۔ وہ اپنے رشتہ داروں خاص کر اپنے بھانجے مستقیم کو بہت یاد کرتی تھیں۔ لاؤنج کی میز پر نوڈلز کا پیالہ اوندھا پڑا تھا۔ صبا نوڈلز بہت شوق سے کھاتی تھی اور یہ شوق اب میز پر لڑھکا پڑا تھا۔ چائے نہیں بنی ابھی تک۔ ”بس یہ لیں۔ سنک میں بھرا صابن کا پانی صاف بنا رہا تھا کہ پہلے برتن دھوئے گئے ہیں پھر چائے بنانی گئی ہے۔ پاٹ پاٹ سے دستر خوان با بر جھانک رہا تھا اور فرش پر پانی کے جھینٹے۔ چائے پی کر کپ سنک میں پہنچا کر وہ صبا کے ساتھ کاموں میں لگ گیا۔ چلو صبا مل کے گھر کی صفائی کرتے ہیں پہلے تم یہ سنک خالی کرو بری اب ” صبا نے سنی ان سنی کر دی علی نے وائپر پکڑ لیا تھا پھر لاؤنج، بیڈ روم اور آخر میں لائن اس کے محبوب لائن کی باری آئی تھی گیت تک فرش دھو کر جب پائپٹ سمیٹا تو صبا بھی تھک کر چور ہو چکی بھی پر گرد کا نام و نشان نہیں تھا علی کے سر میں عملی کے چار پانچ پتے اٹکے ہوئے تھے جنہیں صبا نے مسکراتے ہوئے نکال دیا۔ بھوک لگ رہی ہے ناں۔ تم جلدی سے میرے کپڑے نکال دو میں نہا کر بروسٹ لے آتا ہوں۔ استری کرنا پڑیں گے۔ ایسا کرتی ہوں میں۔ ” کپڑے پر پریں کرتی ہوں۔ تم جلدی سے نہا لو۔ اوکے جلدی کرو پھر۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ علی کے پاس بیٹھ کر اسے دوستوں اور اپنے کالج کے قصے سنائے اور وہ آتے ہیں خود بھی کام میں لگ گیا اور اسے بھی تھکا مارا۔ ”ویسے اس بندے کو ہر کام کی بڑی جلدی ہوتی ہے۔ جیسے ہی اسے دیکھا فوراً رشتہ بھیج دیا اور منظوری کے فوراً بعد شادی کر کے لے بھی آیا ہے۔ گھریلو کام کاج کے حوالے سے وہ ٹھیک ٹھاک سست واقع ہوئی تھی۔ البتہ اپنا خیال اسے اکثر و بیشتر آ جایا کرتا تھا۔ سورج کی کرنیں ہوں یا پھر چاند کی روشنی لوٹاتی رومانٹک رات صفائی ستھرائی سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ گھر میں تو امی پاپا اور بڑی بہنوں کی موجودگی میں وہ اپنی اس خصوصیت سے واقف نہ بھی مگر اب بخوبیاد رک ہو رہا تھا۔ گھر کا کام بڑے سلیقے سے ہو جاتا۔ ایسا علی کرتا تھا۔ ایسا شریک سفر ملنے پر وہ پھولی نہ سماتی وہ کام والی رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کوئی تیسرا اسے منظور نہ خوب دل سے تیار ہو کر وہ وہیں بستر پر ڈھیر ہو جاتی وقت بے وقت سونا اور بیٹھے بیٹھے سو جاتا۔ بے ضرر معصوم عادت آج بھی ویسی کی ویسی تھی اور پھر جب علی جیسا پیار کرنے والا شوہر ہو پھر تو پونٹوں سے ہنسی اور آنکھوں سے نیند کیونکر جدا ہوتی بھلا۔ اب بھی جی بھر کر سونے کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو علی کو اپنے سر پر کھڑے پایا۔ یہ کھانا ذرا نکال دو۔ تندوری چرغہ اور گرم کرم نان ایک دم سے اس نے علی کا سہارا لینا چاہا اور ایک انداز دل ربائی سے نیچے اترنے لگی۔ دیکھ کے اترو ابھی گر جاتا ” ہاں نہیں کیا ہوا دل نے ایک بیٹ مس تو کی مگر صبا نے دل کو سہارا دے لیا۔ اس کے بدلے ہوئے موڈ کو تھکاؤ کا نام دے کر چل دی۔ ساری پلیٹوں پہ نیل کی چکنائٹ اور کوئی بھی پلیٹ صاف نہیں تھی۔ چولہے پر مارے باندھے بنائے گئے صبح کے پراٹھوں سے گراٹا اور چائے کے داغ اب کیا کرے۔ جلدی سے نل کھول کر وہ سستی سے پلیٹ دھونے لگی۔ پتا نہیں کتنی دیر ہو گئی تھی اسے کہ بیڈ روم سے علی کی کرخت آواز سنائی دی تھی۔ کھانا تھنڈا ہو رہا ہے۔ تم آرہی تھی یا نہیں؟“ علی کی محبت سے لبریز آواز میں تلخی۔ وہ اتنا کرخت کیوں ہو گیا ہے آج افس پروہلم یقیناً۔ وہ بیڈ روم میں جب داخل ہوئی ایک اور حقیقت اس پر آشکار ہوئی کہ علی کھانا کھا کر لیٹ چکا تھا۔ آج وہ بہت پریشان بھی ہو گیا تھا زندگی اس ڈگر کیسے گزر سکتی تھی۔ بھلا روزانہ تھک بار کر آؤ اور دھول مٹی سے آتا گھر منتظر ہو۔ روز وہ صفائی ستھرائی کرنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا تھا۔ ادھر صبا اپنے انیر رنگز اور چوڑیاں اتار کر دراز میں رکھتی جارہی تھی کہ محبت کا زمانہ رخصت ہوا اور خزانوں کے شادی شدہ موسم ڈیرا ڈالنے آگئے ہیں۔ سادہ سا چہرہ لیے اداسی کی کیفیت میں ادھا ادھورا کھانا کھا کر کچن میں چلی آئی جہاں بے ترتیبی اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ کہاں سے شروع کرے جب شروع کیا تو رات ساڑھے دس بجے وہ فارغ ہو کر بیڈ کی دوسری طرف لیٹ گئی۔ آج بہت سارے درد بھرے

اشعار یاد آنے لگے تھے۔ شیشے کی کھڑکی کے پار آج پت جھڑ کا موسم شروع ہونے لگا تھا۔ کمرہ مکمل تاریکی اور خاموشی میں ڈوب چکا تھا اور پتا نہیں کب اس نے الٹے سیدھے خواب دیکھنا شروع کیے۔ جب وہ علی کو ناشتہ دے کر پردوں کو دیکھنے میں مگن تھی کہ بل ہوئی وہ جلدی سے بال سمیٹ کر گیٹ تک آئی۔ مرجھائی ہوئی گھاس کے اندر اس کے پاؤں نے گیٹ کی دوسری طرف کالے پاؤں دیکھے تھے۔ یہ شہلا تھی اس کی کزن دونوں کی دوستی عروج پر سدا رہتی جو اس کی شادی نہ ہو جاتی۔ خیالوں کا ہجوم تھا اس بھیڑ سے نکلنا مشکل تھا۔ وہ چھوٹا گیٹ کھولنے لگی۔ اتنی دیر کر دی یار کیا ہو گیا تھا میں تو کھڑے کھڑے سوکھ گئی۔ ”شہلا بہت ہنسے بولنے والی معصوم سی لڑکی تھی بہت ہی ذہین اور محبت کرنے والی۔ ارے یہ کیا حال کر لیا ہے اپنا۔ وہ کہے بغیر رہ نہیں کی۔ میرڈ ہو گئی ہوں یارا کیا کرو۔ م۔ دیوار پر اس کی اور علی کی تصویر بہت ہنستی کھلکھلاتی ہوئی تھی اور اب ہنسی اس کے لبوں سے بھی جدا ہونے کو تھی۔ تصویر واقعی بہت پیاری تھی۔ اچھا اب بتاؤ کیا ہوگی۔“ شہلا صوفے میں دھنسنے کی کوشش میں ایک بار پھر گیلے تو لیے یہ بیٹھ چکی تھی اور وہاں مٹی کا احساس بھی ہوا تھا تولیہ ہٹا کر وہ بیٹھ چکی تھی مگر وہ سکون نہ محسوس کر سکی جس کی چاہ میں وہ بیٹھی تھی۔ گرم چائے کا کپ لبوں سے لگاتے وہ اسے بتانے لگی کہ کیسے آج وہ اس کی طرف آنکلی۔ صبا اٹھنے کے ساتھ پاؤں سمیت اس کی باتیں ایک گانے سے سن کر دوسرے سے باہر نکلتی رہی۔ سارا دن علی بھائی کے پاس ہی بیٹھی رہتی ہو تم ”شہلا اپنے ارد گرد نظر دوڑا کر بولی۔ کہاں بھئی وہ آتے ہی دیر سے ہیں۔“ وہ خود کو ہی بہت اداس لگی تھی آج۔ ”تم میرے کمرے میں چلو، اچھی سی مووی دیکھیں گے پرانے دنوں کی طرح“ پہلے مل کر گھر صاف ستھرا نہ کر لیں۔“ علی بھائی کو اچھا نہیں لگے گا۔“ تم گیٹ ہو بھئی میری۔ اچھا نہیں لگتا۔ ارے چھوڑو اور چلو او۔“ شہلا کام کاج میں بہت نفاست پسند اور پھر تیلی تھی تھوڑے سے ٹائم میں اس نے سارا گھر چمکا دیا تھا۔ فریج میں دودھ دلاری کے باؤل اور گرین کارلک ر اس بنائے رکھے تھے ان دونوں نے چکن قورمہ اور تازہ روٹیاں بنائی تھیں۔ صاف ستھری چمکتی ہوئی میز پر صاف پلیٹس لگا دی تھیں۔ کھانا اور گرم روٹی نے علی کو سرشار کر دیا تھا۔ سائولی سلونی شہلا اور صبا نے اس کا استقبال کیا تھا۔ گرم چائے کے تین کپ صبا نے بنائے اور علی کا چہرہ دیکھنے لگی جہاں اسے خوشگوار موڈ کا سگنل ملا تو وہ ذرا سی ناراض ہو کر اس کے منانے کا انتظار کرنے لگی کہ اگر وہ ہی اسے منائے اور اپنے بڑے رویے کی معافی طلب کرے۔ شہلا بڑے اچھے موڈ میں اسے اپنی دلچسپیاں اور پرو جیکٹس کے بارے میں بتا رہی تھی اور ساتھ ساتھ صبا کی باتیں بھی۔ اس کا مزاج شوخیاں شرارتیں آج علی بہت خوش لگ رہا تھا اور وہ اسے دیکھتے جارہی تھی۔ کہیں پڑھا تھا کہ مرد کی محبت پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا تو اس کے بھی سارے محبت کے دعوے جھوٹے پھٹے۔ شام سے ذرا پہلے کے وقت جب شہلا جانے لگی تو وعدہ کر کے گئی کل امی کے ساتھ چکر لگائے گی۔ شہلا کے جانے کے بعد علی نے کہا تھا۔ لڑکیوں کو ایسا ہی سگھڑ اور گھر دار ہونا چاہیے، جیسی شہلا ہے۔“ یہ ایک اور طعنہ تھا جو منانے کے نام پر مارا گیا تھا۔ جب امی آئیں تو انہیں صبا مرجھائی ہوئی لگی۔ کھانے ہوئے پھول جیسی اور پھول سی بچی۔ رونے لگی شہلا نے اسے گھر کے کام کاج میں دلچسپی لینے اور پھرتی دکھانے کے طریقے سکھائے اور پھر کام کروا کے دکھنی گئی کہ سسنی کہاں ہے اور اگر ٹائم ٹیبل بنا کر کام کرے تو ہر کام سیدھا ہو جائے گا۔ رخسانہ کے بھی دل کو لگی تھیں شہلا کی ساری باتیں۔ شہلا اور صبا میں عمر کا فرق سال بھر کا ہی تو تھا اور شہلا ایسی سمجھ دار تھی یہامی جانتی تھیں اللہ کرے کہ اس بچی کے بھی نیک نصیب ہوں اور جلد ہی اپنے گھر کی ہو جائے اور ان کی صبا بھی لگی بندھی روٹیں اپنا لے علی کی محبت کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی تھی کھانا بنانا جانتی تھی اور محنت کر کے اور ان کی رہنمائی میں اور سدھار آ سکتا تھا روایتی ماؤں کے بجائے انہوں نے سمجھ دار ماں کی طرح سوچا ادھر شہلا صبا کو ٹائم ٹیبل سمجھا رہی تھی چھوٹی چھوٹی باتیں اور صبا عمل بھی کرتی۔ ایک بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ ہے صبا کہ دنیا کے کسی بھی مرد کے دل کا راستہ پیٹ سے ہو کر ہی جاتا ہے۔ اچھے اچھے کھانے بنا کر انہیں منا ڈالو آخری بات پر وہ خود ہی ہنس پڑی اور صبا کی امی بھی۔ صبا نے بھی پر سکون انداز میں خود کو بدلنا شروع کر دیا تھا گو کہ یہ ایک مشکل ترین کام تھا ناممکن نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ یہ بھی شہلا کی طرح گھر کے کاموں کی روح کو سمجھنے لگی تھی۔ امی کو فون کر کے اپنی کار کر دگی بتائی تو انہوں نے بتایا کہ شہلا کے لیے فہد بھائی نے انکار کر دیا ہے یہ کہہ کر ان کی رنگت گوری نہیں ہے۔ سرخ سپید لڑکیوں سے زیادہ سمجھ دار۔ پیرا صفت شہلا کو ٹھکانا نادیہ پھوپھو جیسے لوگوں کا ہی کام ہو سکتا تھا۔ علی اور وہ بہت خوشگوار موڈ میں کھانا کھا رہے تھے تم بہت اچھی ہو جانم۔ وہ تو جانم سے خانم بنے جاری تھی کہ شہلا نے اسے روک لیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ڈانفہ بھی تھا اور سلیف بھی وہ خود کوشا باشی دیتی کچھ اور بھی سوچ رہی تھی۔ وہ آپ۔ کے دوست ہیں نا اگر بھائی ان کی امی کسی بہت ہی اچھی لڑکی کی تلاش میں ہیں نا تو آپ انہیں شہلا کا کیوں نہیں بتا دیتے۔ اس نے راہ دکھائی۔ یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں ایسی لڑکی کا ساتھ پا کر دعا نہیں دے گا ہمیں احمر۔“ یہ بات بالکل سچی تھی یہ شہلابی تھی جس نے اس کے گھر کے آنگن کو تاریک ہونے سے بچا لیا تھا ورنہ تو وہ تلخ رویوں اور بدگمانیوں کے جنگل میں نجانے کب کی گم ہو چکی ہوتی !!]